سورۃ التکویر

آیاتہا ۲۹ ۸۱ سورۃ التکویر مکیۃ ۷ رکوعہا ۱

یہ سورت تمام علماء کے نزدیک مکی ہے۔ اس کی انتیس آیات ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جسے یہ بات خوش کرے کہ وہ قیامت کے روز مجھے دیکھے تو وہ سورۂ کورت، سورۂ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝ اور سورۂ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝ پڑھا کرے" (1)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان اور ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝۱ وَ اِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝۲ وَ اِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝۳ وَ اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝۴ وَ اِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝۵ وَ اِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝۶ وَ اِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝۷ وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُىِٕلَتْ ۝۸ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝۹ وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝۱۰ وَ اِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝۱۱ وَ اِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۝۱۲ وَ اِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝۱۳ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّاۤ اَحْضَرَتْ ۝۱۴

"(یاد کرو) جب سورج لپیٹ دیا جائے گا اور جب ستارے بکھر جائیں گے اور جب پہاڑوں کو اکھیڑ دیا جائے گا اور جب دس ماہ کی گابھن اونٹنیاں چھٹی پھریں گی اور جب وحشی جانور یکجا کر دیئے جائیں گے اور جب سمندر بھڑکا دیئے جائیں گے اور جب جانیں (جسموں سے) جوڑی جائیں گی اور جب زندہ درگور کی ہوئی (بچی) سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ کے باعث ماری گئی اور جب اعمال نامے کھولے جائیں گے اور جب آسمان کی کھال ادھیڑی جائے گی اور جب جہنم دہکائی جائے گی اور جب جنت قریب کر دی جائے گی (تو اس دن) ہر شخص جان لے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے"۔

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: تکویر سے مراد اسے عرش میں داخل کرنا ہے۔ حضرت حسن بصری نے کہا: اس کا معنی اس کی روشنی کا چلے جانا ہے؛ یہی قتادہ اور مجاہد کا قول ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ مروی ہے۔ سعید بن جبیر نے کہا: اس کا معنی ہے اسے بے نور کر دیا جائے گا۔ ابو عبیدہ نے کہا: اسے لپیٹا جائے گا جس طرح پگڑی کو لپیٹا جاتا ہے اسے لپیٹ دیا جائے گا اور اسے مٹا دیا جائے گا۔ ربیع بن خثیم نے کہا: كُوِّرَتْ کا معنی ہے اسے پھینک دیا جائے گا

1۔ جامع ترمذی کتاب فضائل القرآن، باب و من سورۃ اذا الشمس کورت، حدیث نمبر 3256، ضیاء القرآن پبلی کیشنز

اسی معنی میں ہے کورتہ فتکوّر میں نے اسے گرایا تو وہ گر گیا۔
میں کہتا ہوں: تکویر کا اصل معنی جمع کرنا ہے یہ کارَ العمامۃَ علی رأسہ سے ماخوذ ہے اس نے اپنے سر پر پگڑی کو جمع کیا۔ اسے جمع کیا جائے گا اور روشنی کو مٹا دیا جائے گا پھر اسے سمندر میں پھینک دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔
ابو صالح سے مروی ہے: کُوِّرَتْ کا معنی ہے اسے اوندھا گرا دیا جائے گا۔
وَ اِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝ جب ستارے گر جائیں گے اور بکھر جائیں گے۔ ابو عبیدہ نے کہا: وہ گر جائیں گے جس طرح عقاب گر پڑتا ہے۔ عجاج شکرہ کا وصف بیان کرتا ہے:

أَبْصَرَ خربان فضاء فانکدر

شکرہ نے کھلی فضا دیکھی تو وہ نیچے گر گیا۔
ابو صالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اس روز آسمان میں کوئی ستارہ باقی نہیں بچے گا مگر وہ گر جائے گا یہاں تک ساتویں زمین والے اس وجہ سے خوفزدہ ہو جائیں گے جو اس زمین کو مصیبت پہنچی اور اوپر والی زمینوں کو مصیبت آئی“۔
ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ معنی ہے وہ گر جائیں گے، اس کی وجہ یہ ہے قندیلیں آسمان اور زمین کے درمیان نور کی زنجیروں سے لٹکی ہوئی ہیں وہ زنجیریں نوری فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں جب پہلے صور پھونکا جائے گا تو زمین اور آسمان میں جو کوئی ہوگا مر جائے گا وہ ستارے ٹوٹ گریں گے اور فرشتوں کے ہاتھوں سے زنجیریں گر جائیں گی کیونکہ جو اسے پکڑے ہوئے تھا وہ مر گیا ہوگا۔ یہ بھی احتمال موجود ہے ان ستاروں کے ٹوٹ گرنے سے مراد اس کے آثار کا مٹ جانا ہے۔ ستاروں کو نجوم اس لیے کہتے ہیں کیونکہ وہ آسمان میں اپنی روشنی کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: انْكَدَرَتْ کا معنی ہے بدل جانا، ان کی روشنی باقی نہ رہے گی کیونکہ وہ اپنی جگہ پر نہیں رہیں گے۔ معنی قریب قریب ہے۔
وَ اِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝ جب پہاڑوں کو زمین سے اکھاڑ دیا جائے گا اور ہوا میں چلایا جائے گا یہ بھی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے: وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً (کہف: 47) جس روز پہاڑوں کو چلایا جائے گا اور آپ زمین کو عیاں دیکھیں گے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہاں ان کے چلنے سے مراد پتھر کی حیثیت سے بدل جانا ہے تو وہ مجتمع مٹی کی طرح ہو جائیں گے یعنی وہ بہنے والی ریت ہو جائیں گے اور وہ دھنکی ہوئی اون ہو جائیں گے، وہ بکھرے ہوئے ذرات ہو جائیں گے، وہ سراب کی طرح ہو جائیں گے اس سراب کی طرح جو کچھ بھی چیز نہیں۔ زمین کھلا میدان ہو جانے کی اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی اونچ نیچ نہیں دیکھیں گے۔ یہ بحث اس کے علاوہ کئی مواقع پر موجود ہے۔ الحمد للہ۔
وَ اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝ عشار سے مراد حاملہ اونٹنیاں ہیں عشار کا واحد عشراء ہے یعنی وہ اونٹنیاں جن کے حمل کو دس ماہ ہو چکے ہوں۔ پھر اس کا یہی نام رہتا ہے یہاں تک کہ وہ بچے کو جن دے اور بچہ جننے کے بعد اس کا یہی نام رہتا ہے عربوں

کی عادت ہے کہ وہ چیز کو پہلے والے نام سے یاد کرتے ہیں اگرچہ اس پر وہ وقت گزر چکا ہو ایک آدمی اپنے گھوڑے کو کہتا ہے جبکہ پانچ سال کی عمر پوری کرنے والا ہو: ھاتوا مُھری، قربوا مُھری۔ مہر کا معنی بچھیرا ہوتا ہے اسے یہ نام سابقہ اسم کی وجہ سے دیتے ہیں۔ عنترہ نے کہا:

لا تذکری مُھری وما أطعمتہ

تو میرے گھوڑے کا ذکر نہ کر اور جو میں نے اسے کھلایا ہے اس کا ذکر نہ کر۔

مزید یہ کہا:

حملتُ مُھرِی وسطھا فمضاھا

میں اپنے گھوڑے کے درمیان اور اس کے سینہ پر سوار ہوا۔

یہاں عشار کا خصوصاً ذکر کیا گیا کیونکہ عربوں کے ہاں یہ سب سے معزز چیز ہے اس کے مالک قیامت کے سوا اس کو نہیں چھوڑتے یہ ضرب المثل کے طور پر جملہ بولا جاتا ہے کیونکہ قیامت کے روز دس ماہ کی گابھن اونٹنی نہ ہوگی۔ لیکن اس سے ضرب المثل کا ارادہ کیا کہ قیامت کے دن کا خوف ایسا ہوگا کہ اگر کسی کی دس ماہ کی گابھن اونٹنی ہو تو وہ اسے چھوڑ دے گا اور اپنی پریشانی میں مصروف ہوگا۔ ایک قول یہ کیا گیا: جب وہ اپنی قبروں سے اٹھیں گے اور ایک دوسرے کو دیکھیں گے، وحشی جانوروں اور چوپاؤں کو دیکھیں گے تو ان میں دس ماہ کی گابھن اونٹنیاں بھی ہوں گی جو ان کے نفیس ترین اموال تھے وہ ان کی کوئی پرواہ نہیں کریں گے اور ان اونٹنیوں کا معاملہ کسی پر اہمیت کا حامل نہیں ہوگا۔ عربوں کو عشار کے معاملہ کے ساتھ خطاب کیا گیا ہے کیونکہ عربوں کی اکثر زندگی اونٹوں کے متعلق ہی ہوتی ہے۔ ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ عُطِّلَتْ کا معنی ہے اس کے مالک اسے چھوڑ دیں گے کیونکہ ہر کسی کو اپنی پڑی ہوگی۔ اعشی نے کہا:

ھو الواھِبُ المأۃَ المصطفا ۃ إما مَخاضًا وإما عِشارًا

وہ چنی ہوئی اونٹنیاں ہبہ کرنے والا ہے ابتدائی دنوں کی حاملہ ہوں یا دس ماہ کی حاملہ ہوں۔

یوں کہا جاتا ہے: ناقۃ عشراء، ناقتان عشراوان، نوق عشار و عشراوات۔ یعنی تانیث کے ہمزہ کو واؤ سے بدل دیتے ہیں۔ یہ جملہ کہتے ہیں: وقد عشرت الناقۃ تعشیرا وہ دس ماہ کی گابھن ہوگی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: عشار کا معنی ایسا بادل ہے جو پانی سے خالی ہو وہ بارش نہ برسائے۔ عرب بادل کو حاملہ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس سے مراد ایسے گھر ہیں جو معطل ہوں اور جب کوئی رہائش نہ ہو۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس سے مراد ایسی زمین ہے جس کو کاشت کرنے سے چھوڑ دیا گیا ہو اسے کاشت نہ کیا جاتا ہو۔ پہلا معنی زیادہ مشہور ہے اس پر اکثر لوگوں کا نقطہ نظر ہے۔

وَ اِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝ جب وحشی جانور جمع کیے جائیں گے۔ حشر کا معنی جمع کرنا ہے: یہ حضرت حسن بصری، قتادہ اور دوسرے علماء کا نقطہ نظر ہے۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے: حشر کا معنی موت ہے۔ عکرمہ نے ان سے یہ روایت کیا ہے کہ حشر سے مراد جنوں اور انسانوں کے علاوہ کی موت ہے کیونکہ یہ دونوں قیامت کے روز پورا پورا حق لیں گے۔ حضرت ابن

عباس سے مروی ہے: ہر شی کو دوبارہ اٹھایا جائے گا یہاں تک کہ مکھیوں کو بھی دوبارہ اٹھایا جائے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قیامت کے روز وحشی جانوروں کو جمع کیا جائے گا یہاں تک کہ ان سے ایک دوسرے کا قصاص لیا جائے گا سینگ والے جانور سے بے سینگے جانور کا بدلہ لیا جائے گا۔ پھر انہیں کہا جائے گا: مٹی ہو جاؤ، تو وہ مر جائیں گے۔ عکرمہ نے حضرت ابن عباس سے جو کچھ روایت کیا ہے یہ اس سے زیادہ صحیح ہے۔ ہم نے اس کا ذکر مفصل طور پر پہلے کیا ہے۔ سورۂ انعام میں بھی اس کا کچھ ذکر گزرا ہے۔ جب وحشی جانوروں کی یہ حالت ہے انسانوں کا کیا حال ہوگا؟ ایک قول یہ کیا گیا ہے: آج صحراؤں میں لوگوں سے الگ تھلگ رہنے اور ان سے دور بھاگنے کے باوجود قیامت کے دن کی ہولناکیوں کی وجہ سے وہ لوگوں کے ساتھ مل جائیں گے؛ یہ معنی حضرت ابی بن کعب نے بیان کیا ہے۔

وَ اِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝ جب سمندروں کو پانی سے بھر دیا جائے گا عرب کہتے ہیں: سجرتُ الحوضَ أسجرہ سجرا جب تو اسے بھر دے لغت میں ساجر اور مسجور کا معنی بھرا ہوا ہونا ہے۔ ربیع بن خیثم نے روایت نقل کی ہے کہ سُجِّرَتْ کا معنی بہنا اور بھر جانا ہے؛ یہ کلبی، مقاتل، حسن اور ضحاک کا نقطہ نظر ہے۔ ابن ابی زمنین نے کہا: سُجِّرَتْ کا معنی ہے بھر جانا اس کے بعد وہ ایک دوسرے کی طرف بہہ پڑیں گے اور وہ سب ایک چیز بن جائیں گے؛ یہی حضرت حسن بصری کا قول ہے۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: میٹھے سمندر کو نمکین اور نمکین کو میٹھے کی طرف چھوڑا جائے گا یہاں تک کہ وہ بھر جائے گا۔ ضحاک اور مجاہد سے مروی ہے: انہیں کھول دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ ایک سمندر بن جائے گا۔ قشیری نے کہا: اس کی صورت یہ ہوگی اللہ تعالیٰ اس پردے کو ہٹا دے گا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کیا ہے: بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۝ (الرحمٰن) ان کے درمیان آڑ ہے وہ ایک دوسرے سے تجاوز نہیں کرتے۔ جب وہ آڑ ختم کر دی جائے گی تو سمندروں کا پانی کھل جائے گا وہ تمام زمین پر پھیل جائے گا اور سب ایک سمندر بن جائیں گے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ وہ جہنمیوں کی گرمی کی وجہ سے ایک سمندر بن جائے گا۔ حضرت حسن بصری، قتادہ اور ابن حیان سے مروی ہے: وہ خشک ہو جائیں گے یہاں تک کہ پانی کا ایک قطرہ بھی باقی نہیں رہے گا۔ قشیری نے کہا: یہ سجرت التنور سے مشتق ہے یہ اس وقت بولتے ہیں جب تو تندور کو گرم کرے۔ جب اس پر آگ کو مسلط کیا جائے گا تو اس سے رطوبت ختم ہو جائے گی اس وقت پہاڑوں کو چلایا جائے گا سمندر اور تمام زمین ہموار میدان بن جائے گا کہ پہاڑوں کی مٹی سے سمندروں کی گہرائی کو بھر دیا جائے گا۔ نحاس نے کہا: اقوال میں اتفاق ہے پہلے وہ ایک دوسرے کی طرف بہیں گے پھر آگ بنا دیئے جائیں گے پھر خشک ہو جائیں گے۔

میں کہتا ہوں: اس وقت پہاڑ چلائے جائیں گے جس طرح قشیری نے ذکر کیا: ابن زید، شمر، عطیہ، سفیان، وہب، حضرت ابی، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی نقطہ نظر ہے۔ ضحاک نے اسے روایت کیا ہے: انہیں جلایا جائے گا تو وہ آگ ہو جائیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ تعالیٰ سورج، چاند اور ستاروں کو سمندر میں پھینک دے گا پھر اللہ تعالیٰ ان پر دبور ہوا چلائے گا وہ اس میں ہوا پھونکے گی تو وہ آگ ہو جائیں گے۔ ایک حدیث میں بھی اسی طرح ہے "اللہ تعالیٰ سورج، چاند اور ستاروں کو حکم دے گا تو وہ سمندر میں گر پڑیں گے پھر اللہ تعالیٰ دبور ہوا کو بھیجے گا وہ انہیں آگ کی

صورت میں بھڑکا دے گی یہی وہ بڑی آگ ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کفار کو سزا دے گا"۔ قشیری نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سُجِّرَتْ کی جو تفسیر اوقدت سے کی ہے یہ احتمال موجود ہے کہ جہنم سمندر کی گہرائیوں میں ہو دنیا کا نظام چلانے کے لیے آج اسے روشن نہیں کیا گیا جب دنیا ختم ہو جائے گی تو سب آگ بن جائیں گے جس میں اللہ تعالیٰ جہنمیوں کو داخل کرے گا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ سمندر کے نیچے آگ ہو پھر اللہ تعالیٰ تمام سمندروں کو روشن کر دے گا تو یہ سب آگ بن جائیں گے حدیث میں ہے: البحرُ نارٌ من نارٍ سمندر آگوں میں سے ایک آگ ہے۔

معاویہ بن سعید نے کہا: بحر روم زمین کا درمیان ہے اس کے نیچے تانبے کے بند کنویں ہیں جنہیں قیامت کے روز آگ کی صورت میں بھڑکا دیا جائے گا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: سورج سمندر میں گرایا جائے گا تو سورج کی گرمی سے سمندر آگ بن جائیں گے پھر اس میں جو کچھ ہے اس کے بارے میں یہ بھی جائز ہے کہ یہ قیامت سے پہلے ہو اور یہ اس کی نشانیوں میں سے ایک ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ قیامت کے روز ہو ان آیات کے بعد جو کچھ ہے وہ قیامت کے روز ہوگا۔

میں کہتا ہوں: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے سمندر کے پانی سے وضو نہیں کیا جائے گا کیونکہ جہنم کا ایک طبق ہے۔ حضرت ابی بن کعب نے کہا: چھ آیات قیامت کے وقوع سے قبل کی ہیں اس اثنا میں کہ لوگ بازاروں میں ہوں گے کہ سورج کی روشنی چلی جائے گی، ستارے ظاہر ہو جائیں گے وہ متحیر و دہشت زدہ ہو جائیں گے وہ اس حال میں دیکھ رہے ہوں گے کہ ستارے ٹوٹ گریں گے وہ اس حال میں ہوں گے کہ پہاڑ زمین پر گر پڑیں گے زمین میں حرکت برپا ہوگی اور زلزلہ واقع ہوگا اور آگ لگ جائے گی تو وہ بکھرے ذرات ہو جائیں گے۔ انسان جنوں کی جانب اور جن انسانوں کی جانب بھاگیں گے۔ عام جانور، وحشی جانور، کیڑے مکوڑے اور پرندے خلط ملط ہو جائیں گے بعض بعض میں موجزن ہو جائیں گے مابعد آیت کا یہی مفہوم ہے۔

وَ اِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝ پھر جن انسانوں کو کہیں گے: ہم تمہارے پاس خبر لائے ہیں، وہ سمندر کی طرف جائیں گے تو وہ بھڑکی ہوئی آگ ہوگی۔ وہ اسی حالت میں ہوں گے کہ زمین ساتویں زمین تک پھٹ جائے گی اور آسمان ساتویں آسمان تک پھٹ جائے گا وہ اس حالت میں ہوں گے کہ ہوا آئے گی وہ سب کو ہلاک کر دے گی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ سُجِّرَتْ کا معنی ہے اس کا پانی سرخ کر دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ خون کی طرح ہو جائے گا یہ عربوں کے اس قول سے ماخوذ ہے: عین سجراء سرخ آنکھ۔ ابن کثیر نے اسے سُجِرت پڑھا ہے ابو عمرو نے بھی اسی طرح پڑھا ہے یہ اس کی حالت کے بارے میں ایک دفعہ کی خبر ہے باقی قراء نے اسے مشدد پڑھا ہے اس میں اسے بار بار خبر دی گئی ہے۔

وَ اِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝ نعمان بن بشیر نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وَ اِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ کا معنی ہے ہر آدمی کو اس جماعت کے ساتھ ملا دیا جائے گا جو اس جیسا عمل کیا کرتے تھے"۔ حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا: فاجر کو فاجر کے ساتھ اور صالح کو صالح کے ساتھ ملا دیا جائے گا (1)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ اس وقت ہوگا جب لوگ تین

1۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 527

جماعتیں ہوں گے سابقون ایک جماعت ہوں گے، اصحاب یمین ایک جماعت ہوں گے اور اصحاب شمال ایک جماعت ہوں گے۔ انہیں سے ایک قول یہ بھی مروی ہے: مومنوں کے نفوس کو حور عین کے ساتھ ملایا جائے گا(1)، کافروں کو شیاطین کے ساتھ ملایا جائے گا یہی صورتحال منافقوں کی ہوگی۔ ان سے ایک قول یہ بھی منقول ہے: ہر ایک جنتی اور جہنمی کو اس کی مثل کے ساتھ ملا دیا جائے گا جو اعلانیہ طاعت کرتا تھا اس کو اس کی مثل کے ساتھ، درمیانے کو اس کی مثل کے ساتھ، نافرمان کو اس کی مثل کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ تزویج کا معنی یہ ہے کہ ایک شی کو اس کی مثل کے ساتھ ملا دیا جائے۔ معنی یہ ہوگا جب نفوس کو جنت اور دوزخ میں اس کی مثل کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: ہر ایک کو اسی بادشاہ یا حاکم کے ساتھ ملا دیا جائے گا جس کے ساتھ وہ دنیا میں رہتا تھا جس طرح ارشاد فرمایا: اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ (الصافات: 22) ظالموں اور ان کی مثل کو جمع کرو۔ عبد الرحمٰن بن زید نے کہا: انہیں ان کے اعمال کے مشابہ جوڑے بنا دیا جائے گا وہاں حقیقت میں کوئی جوڑا نہیں۔ اصحاب یمین ایک جوڑا ہیں، اصحاب شمال ایک جوڑا ہیں، سابقون ایک جوڑا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ ظالموں میں ان کی امثال کو جمع کر دو۔ عکرمہ نے کہا: اس کا معنی ہے روحوں کو جسموں کے ساتھ ملا دیا جائے گا یعنی روحوں کو جسموں کی طرف پھیر دیا جائے گا(2)۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا: ہر ایک کو اس کی جماعت کے ساتھ لاحق کر دیا جائے گا یہودی کو یہودی کے ساتھ، نصاری کو نصاری کے ساتھ اور مجوسیوں کو مجوسیوں کے ساتھ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی ذات کو چھوڑ کر کسی اور کی عبادت کیا کرتا تھا اسے اس کے ساتھ ملا دیا جائے گا(3)۔ منافقین کو منافقین کے ساتھ ملا دیا جائے گا اور مومنوں کو مومنوں کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: گمراہ کو اس کے ساتھ ملا دیا جائے گا جس نے اسے گمراہ کیا ہوگا وہ شیطان ہو یا انسان ہو قدرے مشترک بغض اور عداوت ہوگی۔ مطیع کو اس آدمی کے ساتھ ملا دیا جائے گا جس نے اسے طاعت کی طرف بلایا وہ نبی ہو یا مومن ہو۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: نفوس کو ان کے اعمال کے ساتھ ملا دیا جائے گا ان اعمال کے اس کے ساتھ خاص ہونے کی وجہ سے تزویج کا نام دیا ہے۔

وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُىِٕلَتْ ۙ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۚ موءودۃ مقتولہ سے مراد وہ بچی ہے جس کو زندہ دفن کر دیا گیا ہو اسے یہ نام اس لیے دیا گیا ہے کیونکہ اس پر مٹی ڈالی جاتی ہے تو وہ مٹی اسے دبا لیتی ہے تو وہ بچی مرجاتی ہے اس معنی میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: وَ لَا يَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا (البقرہ: 255) آسمانوں و زمین کی حفاظت اسے بوجھل نہیں کرتی۔ متمم بن نویرہ نے کہا(4):

مَوْءُودَةٌ مَقْبُورَةٌ فِي مَفَازَةٍ

وہ جنگل میں مدفون و مقبور ہے۔

وہ بچیوں کی دو وجہوں سے زندہ درگور کیا کرتے تھے: (۱) وہ کہتے: فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں وہ اپنی بیٹیوں کو اس کے ساتھ ملا دیتے (۲) انہیں یا تو تنگ دستی کا خوف رہتا تھا یا گرفتار ہو جانے اور غلامی کا خوف ہوتا۔ سورۂ نحل میں اَمْ يَدُسُّهٗ

1۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 527
2۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 214
3۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 260
4۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 214

فِي التُّرَابِ (نحل:59) میں یہ بحث مکمل گزر چکی ہے۔ اشراف ایسا نہ کیا کرتے تھے اور لوگوں کو بھی اس سے روکتے تھے یہاں تک کہ فرزدق نے اس پر فخر کیا اور کہا۔

ومِنّا الذّی منعَ الوائِداتِ فأحیا الوئید فلم یُوأدِ(1)

ہم میں سے وہ لوگ ہو گزرے ہیں جو زندہ درگور کرنے والیوں کو روکتے تھے پس اس نے زندہ درگور کی جانے والی کو زندگی عطا کی اور اسے زندہ درگور نہ کیا۔

فرزدق کی مراد اس کا دادا ہے جس کا نام صعصعہ تھا وہ بچیوں کو ان کے والدین سے خرید لیتا اسلام آیا تو اس نے ستر بچیوں کو زندہ درگور ہونے سے بچایا تھا۔ حضرت ابن عباس نے کہا: دور جاہلیت میں ایک عورت پر جب وضع حمل کا وقت آتا تو وہ ایک گڑھا کھودتی اور اس گڑھے کے کنارے بچہ جنتی۔ اگر وہ بچی ہوتی تو اسے گڑھے میں پھینک دیتی اور اس پر مٹی ڈال دیتی اگر بچہ جنتی تو اسے روک لیتی (2)۔

قتادہ نے کہا: دور جاہلیت میں ایک آدمی اپنی بیٹی کو قتل کرتا اور اپنے کتے کو کھلا دیتا اللہ تعالیٰ نے اس پر انہیں عتاب کیا اور اس ارشاد کے ساتھ انہیں دھمکی دی (3)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہا: قیس بن عاصم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کی: یارسول اللہ! میں نے دور جاہلیت میں آٹھ بیٹیوں کو زندہ درگور کیا فرمایا: ''ہر ایک کی جانب سے ایک غلام آزاد کر دے''۔ عرض کی: یارسول اللہ! میں تو اونٹوں والا ہوں۔ فرمایا: ''اگر چاہے تو ہر ایک کی جانب سے ایک اونٹ کی قربانی دے دے''۔ اس بچی سے سوال کرنے میں حکمت یہ ہے کہ قاتل کو شرمندہ کیا جائے جس طرح جب بچے کو مارا جائے تو بچے سے پوچھا جائے: تجھے کیوں مارا گیا تیرا گناہ کیا تھا؟ حضرت حسن بصری نے کہا: اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ قاتل کو شرمندہ کرے کیونکہ اس بچی کو بغیر گناہ کے قتل کیا گیا تھا (4)۔ ابن اسلم نے کہا کہ کس گناہ میں تجھے مارا گیا وہ اس بچی کو مارا کرتے تھے۔ ایک اہل علم نے سُئِلَتْ کا معنی طلبت کیا ہے گویا یہ ارادہ کیا کہ جس طرح مقتول کے قصاص کا مطالبہ کیا جاتا ہے اس کے قصاص کا مطالبہ کیا جائے گا یہ اس طرح ہے جس طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ۝ (الاحزاب) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ گویا ان سے مطالبہ کیا جائے گا ان سے پوچھا جائے گا: تمہاری اولادیں کہاں ہیں؟ ضحاک اور ابوضحا نے جابر بن زید اور ابو صالح سے روایت نقل کی ہے کہ بچی اپنے باپ سے چمٹ جائے گی وہ پوچھے گی: کس گناہ کی پاداش میں تو نے مجھے قتل کیا؟ تو باپ کے پاس کوئی عذر نہیں ہوگا: یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے آپ اسے واذا الموءودة سألت پڑھتے (5)۔ حضرت ابی کے مصحف میں بھی اسی طرح ہے۔ عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں فرمایا: ''وہ عورت جو اپنے بچے کو قتل کرتی تھی قیامت کے روز آئے گی اس کا بچہ اس کے پستان سے چمٹا ہوگا جب کہ اپنے خون میں لت پت ہوگا وہ عرض کرے گا: اے

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 214 2۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 528 3۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 215
4۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 260 5۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 214

میرے رب! یہ میری ماں ہے اس نے مجھے قتل کیا ہے"۔ پہلا قول جمہور کا نقطہ نظر ہے یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے جو اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ (المائدہ: 116) کیا تو نے لوگوں سے یہ کہا۔ کیونکہ یہ عمل گناہ کے بغیر صحیح نہیں وہاں کون سا گناہ تھا جب یہ بات ظاہر ہوگئی کہ کوئی گناہ نہیں تھا تو یہ امتحان میں بہت بڑھ کر ہوگا اور قاتل کے خلاف بہت بڑی دلیل ہوگی۔ واللہ اعلم۔

اسے قُتِلَتْ بھی پڑھا گیا ہے اس میں یہ دلیل بھی موجود ہے کہ مشرکوں کے بچے عذاب میں مبتلا نہیں کیے جائیں گے اور عذاب کا استحقاق گناہ کے بغیر نہیں ہوتا۔

وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝ انہیں کھول دیا جائے گا جبکہ وہ پہلے لپٹے ہوئے تھے اس سے مراد وہ صحیفے ہیں جو فرشتے لکھتے رہے جن میں ان لوگوں کے اچھے برے اعمال درج ہوں گے جن کو موت کے موقع پر لپیٹ دیا جائے گا اور قیامت کے روز انہیں پھیلا دیا جائے گا ہر انسان اپنے صحیفے پر کھڑا ہوگا اس میں جو کچھ ہوگا وہ اسے جانتا ہوگا وہ کہے گا: اس کتاب کو کیا ہوا یہ کوئی چھوٹا بڑا عمل نہیں چھوڑتی مگر اس نے اسے شمار کر رکھا ہے۔ مرثد بن وداعہ نے روایت نقل کی ہے کہ جب قیامت کا روز ہوگا تو عرش کے نیچے سے صحیفے اڑیں گے مومن کا صحیفہ اس کے ہاتھ میں ہوگا اس کا ذکر فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ۝ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔۢا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۝ (الحاقہ) تک ہے کافر کا صحیفہ اس کے ہاتھ میں ہوگا اس کا ذکر فِيْ سَمُوْمٍ وَّ حَمِيْمٍ ۝ وَّ ظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ۝ لَّا بَارِدٍ وَّ لَا كَرِيْمٍ ۝ (الواقعہ) میں ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ قیامت کے روز لوگوں کو ننگے پاؤں اور ننگے بدن اٹھایا جائے گا میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! عورتوں کا کیا حال ہوگا؟ فرمایا: "اے ام سلمہ! لوگوں کو غافل کر دیا جائے گا"۔ میں نے عرض کیا: کس نے انہیں اس سے غافل کیا؟ فرمایا: "صحیفوں کے پھیلنے نے جن میں ذرہ اور رائی کے برابر اعمال لکھے ہوں گے" اس کا ذکر ابو ثوار عدوی کے قول جو سورۂ سبحانہ میں ہے ہو چکا ہے ان کا دو دفعہ کھلنا ہے اور ایک دفعہ لپٹنا ہے اے ابن آدم! جس میں تجھے مہلت دی گئی ہے وہ تیرا پھیلایا گیا صحیفہ ہے اس میں جو جی چاہے املاء کرا جب تو مر جائے گا تو اسے لپیٹ دیا جائے گا جب تجھے دوبارہ اٹھایا جائے گا تو اسے پھیلا دیا جائے گا۔ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝ (الاسراء) اپنی کتاب پڑھ آج تیرے لیے وہی کافی ہے۔ مقاتل نے کہا: جب کوئی آدمی فوت ہوتا ہے تو اس کا نامہ عمل لپیٹ دیا جاتا ہے اور جب قیامت کا دن ہوتا ہے تو اسے پھیلا دیا جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: جب آپ اس آیت کو پڑھتے تو فرماتے: اے انسان! معاملہ تیرے سپرد کر دیا گیا ہے۔ نافع، ابن عامر، عاصم اور ابو عمرو نے اسے نُشِرَتْ پڑھا ہے حجت قائم کرنے کے لیے صرف ایک دفعہ پھیلایا جائے گا باقی قراء نے اسے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے کیونکہ نشر (پھیلانا) کئی دفعہ ہوگا۔ نافرمانی کو تنبیہ اور مطیع کو بشارت میں مبالغہ کے لیے ایسا ہوگا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: انسان اور گواہ فرشتوں کی جانب سے عمل بار بار ہونے کی وجہ سے فعل کو مشدد ذکر کیا جائے گا۔

وَ اِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝ کشط سے مراد یہ ہے جو چیز کسی کے ساتھ سختی سے چمٹی ہوئی ہو اس کو کھینچ لینا۔ آسمان سے چمڑا اس طرح ادھیڑ لیا جائے گا جس طرح مینڈھے اور دوسرے جانوروں سے چمڑا اتار لیا جاتا ہے۔ قشط بھی اس میں ایک لغت

ہے حضرت عبداللہ کی قراءت میں اذا السماء قشطت ہے یہ جملہ بولا جاتا ہے: کشطت البعیر کشطا میں نے اس کے چمڑے کو اتارا سلحتہ نہیں کہا جاتا کیونکہ عرب اونٹ کے بارے میں کشطتہ اور جلدتہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ انکشط کا معنی ہے چلا گیا آسمان کو اپنی جگہ سے ہلا دیا جائے گا جس طرح پردہ کو اس سے ہٹا دیا جاتا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کا معنی ہے اسے لپیٹ دیا جائے گا جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ كَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ (الانبیاء:104) اس روز ہم آسمان کو یوں لپیٹ دیں گے جس طرح سجل کتابوں کو لپیٹ دیتی ہے؛ گویا معنی ہے چمڑے کو اتار دیا جائے گا اور لپیٹ دیا جائے گا۔

وَ اِذَا الْجَحِیْمُ سُعِّرَتْ ﴿۱۲﴾ جب جہنم کو روشن کیا جائے گا کفار کے لیے دہکایا جائے گا اور اس کے گرم کرنے میں اضافہ کیا جائے گا۔ یہ جملہ بولا جاتا ہے: سعرت النار، اسعرتہا عام قراء کی قراءت تخفیف کے ساتھ ہے جو سعیر سے مشتق ہے۔ نافع، ابن ذکوان اور رویس نے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے کیونکہ اسے بار بار روشن کیا جائے گا۔ قتادہ نے کہا: جہنم کو اللہ کا غضب اور انسانوں کی خطائیں اسے بھڑکائیں گی۔ ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آگ کو ایک ہزار سال تک بھڑکایا گیا تو وہ سرخ ہوگئی پھر اسے ایک ہزار تک جلایا گیا تو وہ سفید ہوگئی پھر اسے ایک ہزار سال تک بھڑکایا گیا تو وہ سیاہ ہوگئی وہ سیاہ تاریک ہے وہ موقوف ہے''۔

وَ اِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ﴿۱۳﴾ جنت متقین کے قریب کر دی گئی ہے۔ حضرت حسن بصری نے کہا: جنتیوں کو جنت کے قریب کیا جائے گا وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلے گی۔ حضرت عبدالرحمن بن زید کہا کرتے تھے: اسے قریب کیا جائے گا۔ زلفی کلام عرب میں قربت کے معنی میں ہے۔ تزلف فلان یعنی فلاں قریب ہو گیا۔

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّاۤ اَحْضَرَتْ ﴿۱۴﴾ نفس جان لے گا جو اس نے اچھا اور برا عمل کیا ہوگا یہ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ﴿۱﴾ اور اس کے مابعد کا جواب ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسی لیے یہ گفتگو ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے: دونوں نے ان آیات کو پڑھا جب عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّاۤ اَحْضَرَتْ تک پہنچے۔ دونوں نے کہا: اس مقصد کے لیے یہ قصہ چلایا گیا ہے۔ معنی یہ ہوگا جب سورج بے نور ہو جائے گا اور یہ امور ہو جائیں گے تو نفس اپنے اعمال کو جان لے گا۔ صحیحین میں حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوگا وہ اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو وہ اپنے اعمال پائے گا وہ اپنی بائیں طرف دیکھے گا تو وہ اپنے اعمال دیکھے گا پس آگ اس کا استقبال کرے گی جو آدمی یہ طاقت رکھے کہ وہ آگ سے بچے خواہ وہ کھجور کے ایک حصہ کے ساتھ تو وہ ایسا کرے''۔ حضرت حسن بصری نے کہا: اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ قسم ہے جو عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّاۤ اَحْضَرَتْ ﴿۱۴﴾ پر واقع ہے(1)۔ جس طرح یہ جملہ بولا جاتا ہے: جب زید بھاگا تو عمرو بھی بھاگ گیا۔ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ ابن زید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے(2): اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ﴿۱﴾ سے لے کر وَ اِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ﴿۱۳﴾ تک بارہ چیزیں ہیں چھ دنیا میں اور

1۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 216 2۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 215

چھ آخرت میں ہوں گی۔ میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے قول سے پہلی چھ کی وضاحت کر دی ہے۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ﴿١٥﴾ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿١٦﴾ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ﴿١٧﴾ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿١٨﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿١٩﴾ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ﴿٢٠﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ﴿٢١﴾ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴿٢٢﴾

''پھر میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹ جانے والے تاروں کی (اور قسم کھاتا ہوں) سیدھے چلنے والے، رکے رہنے والے تاروں کی اور رات کی جب وہ رخصت ہونے لگے اور صبح کی جب وہ سانس لے کہ یہ (قرآن) ایک معزز قاصد کا (لایا ہوا) قول ہے جو قوت والا ہے مالک عرش کے ہاں عزت والا ہے (سب فرشتوں کا) سردار اور وہاں کا امین ہے۔ اور تمہارا یہ ساتھی کوئی مجنون تو نہیں''۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ﴿١٥﴾ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿١٦﴾ لا زائد ہے یعنی میں قسم اٹھاتا ہوں جس طرح یہ بات گزر چکی ہے پانچ بڑے ستارے مراد ہیں زحل، مشتری، عطارد، مریخ اور زہرہ۔ جس طرح مفسرین نے ذکر کیا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے یہی مروی ہے (1)۔ تمام ستاروں سے صرف انہیں کا خصوصاً ذکر کرنا دو وجوہ سے (2) ہے (1) یہ سورج کے بالمقابل ہوتے ہیں؛ یہ بکر بن عبداللہ مزنی نے کہا (۲) یہ کہکشاں کو طے کرتے ہیں (3)؛ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

حضرت حسن بصری اور قتادہ نے کہا: اس سے مراد ستارے ہیں جو دن کے وقت چھپ جاتے ہیں؛ حضرت علی شیر خدا سے یہی مروی ہے فرمایا: اس سے مراد وہ ستارے ہیں جو دن کو چھپ جاتے ہیں اور رات کو ظاہر ہوتے ہیں اور غروب کے وقت آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ مخفی ہوتے ہیں تو وہ دکھائی نہیں دیتے۔ صحاح میں ہے: خنس سے مراد تمام ستارے ہیں کیونکہ وہ غائب ہونے کے ساتھ پیچھے ہو جاتے ہیں یا دن کے وقت پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ ایک قول یہ کیا جاتا ہے: اس سے مراد سیارات ہیں وہ ستارے نہیں جو ایک ہی جگہ پر رہتے ہیں۔ فراء نے ان آیات کی وضاحت کرتے ہوئے کہا: ان سے پانچ ستارے مراد ہیں زحل، مشتری، مریخ، زہرہ اور عطارد کیونکہ وہ اپنی گزرگاہ میں پیچھے ہو جاتے ہے اور چھپ جاتے ہیں جس طرح ہرن مغار میں چھپ جاتا ہے مغار سے مراد وہ ٹھکانہ ہے جو وہ شاخوں سے بنا لیتا ہے۔ یہ قول بھی کیا جاتا ہے: انہیں خنس اس لیے کہتے ہیں کیونکہ وہ پیچھے ہٹ جاتے ہیں کیونکہ ان سے مراد وہ ستارے ہیں جو متحیر ہوتے ہیں جو لوٹتے ہیں اور ٹھہرتے ہیں۔ یوں جملہ بولا جاتا ہے: خَنَسَ عنه يَخْنُسُ خنوسا پیچھے ہٹ جانا۔ أخنسه غيره۔ جب اسے پیچھے کیا اور اس سے آگے گزر گیا۔ خنس ناک کا چہرے سے پیچھے ہونا جبکہ سرے سے کچھ بلند ہو۔ اس طرح یہ لفظ بولا جاتا ہے: الرجل أخنس، المرأة خنساء، البقر كلها خنس۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس سے مراد وحشی گائیں ہیں (4)۔ ہشیم نے زکریا سے وہ ابو اسحاق سے

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 216
2۔ ایضاً
3۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 261
4۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 216

وہ ابو میسرہ عمرو بن شرحبیل سے روایت نقل کرتے ہیں کہ مجھے حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا: تم عرب قوم ہو یہ خنس کیا ہوتا ہے؟ میں نے جواب دیا: وحشی گائے۔ کہا: میری رائے بھی یہی ہے؛ یہی حضرت جابر اور ابراہیم کا نقطہ نظر ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحشی گائیوں کی قسم اٹھائی۔ ان سے حضرت عکرمہ نے روایت نقل کی ہے کہ خنس سے مراد گائے اور کنس سے مراد ہرن ہیں جب وہ انسان کو دیکھتے ہیں تو پیچھے ہٹ جاتے ہیں، سکڑتے ہیں اور اپنے ٹھکانے میں داخل ہو جاتے ہیں۔ خنس جو ناک میں ہوتا ہے اس سے مراد ناک کے سرے کا پیچھے ہونا اور بانسے کا چھوٹا ہونا۔ گائے اور ہرن کے ناک اسی طرح چپکے ہوتے ہیں۔ زیادہ صحیح یہ ہے کہ انہیں ستاروں پر محمول کیا جائے کیونکہ اس کے بعد رات اور صبح کا ذکر ہے ستاروں کا ذکر اس کے زیادہ مناسب ہے۔

میں کہتا ہوں: اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ اپنی مخلوقات میں سے جس کی چاہے قسم اٹھائے وہ حیوان ہو، جماد ہو اگرچہ اس کی حکمت کی وجہ کا علم نہ ہو۔ حضرت ابن مسعود اور حضرت جابر بن عبداللہ سے یہ مروی ہے جبکہ دونوں صحابی ہیں اور امام نخعی سے مروی ہے کہ اس سے مراد وحشی گائے ہے۔ حضرت ابن عباس اور سعید بن جبیر سے یہ مروی ہے کہ اس سے مراد ہرن ہیں (1)۔ حجاج بن منذر نے کہا: میں نے جابر بن زید سے الجوادی الکنس کے بارے میں پوچھا فرمایا: ہرن اور گائے۔ یہ کوئی بعید نہیں کہ اس سے مراد ستارے ہوں۔ ایک قول یہ کیا گیا: اس سے مراد فرشتے ہیں؛ یہ ماوردی نے ذکر کیا (2)۔ کنس کا معنی غائب ہے یہ کناس سے ماخوذ ہے اور اس سے مراد وحشی جانور کا وہ ٹھکانہ ہے جس میں وہ چھپ جاتا ہے۔

اوس بن حجر نے کہا:

ألم تر أنّ الله أنزلَ مُزْنَهُ وعُفْرُ الظباءِ في الكِناسِ تَقَمَّعُ (3)

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے بارش کو نازل کیا جبکہ ہرنوں میں سے عفر (ایک قسم کا ہرن) اپنے ٹھکانے میں سر ہلا رہا ہے۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: کنوس کا معنی ہے اپنے اپنے ٹھکانوں میں پناہ لینا۔ اس سے مراد وہ جگہیں ہیں جہاں وحشی جانور اور ہرن پناہ لیتے ہیں۔

کنس یہ کانس اور کانسہ کی جمع ہے اسی طرح خنس، خانس اور خانسہ کی جمع ہے۔ جواری یہ جاریہ کی جمع ہے یہ جری یجری سے مشتق ہے۔

وَالَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ۝ فراء نے کہا: مفسرین نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ عَسْعَسَ کا معنی پیٹھ پھیرنا ہے، جوہری نے یہ حکایت بیان کی ہے۔ ہمارے ایک ساتھی نے کہا: وہ اپنے پہلے حصہ کے قریب ہو گئی اور تاریک ہو گئی۔ اسی طرح جب بادل زمین کے قریب ہوتا ہے تو تاریک ہوتا ہے۔ مہدوی نے کہا: وَالَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ کا معنی ہے قسم ہے رات کی جب وہ اپنی تاریکی کے ساتھ پلٹ جائے؛ یہ حضرت ابن عباس، مجاہد اور دوسرے علماء سے مروی ہے۔ ان دونوں سے، حضرت حسن

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 216 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 217

بصری سے اور دوسرے علماء سے یہ بھی مروی ہے: جب وہ اپنی تاریکی کے ساتھ آرہی ہو۔ زید بن اسلم نے کہا: عَسْعَسَ کا معنی جاتا ہے۔ فراء نے کہا: عرب کہتے ہیں عسعس وسعسع جب اس سے تھوڑی سی تاریکی رہ جائے۔ خلیل اور دوسرے علماء نے کہا: عسعس اللیل جب وہ تاریکی آئے یا واپس پلٹے۔ مبرد نے کہا: اضداد میں سے ہے دونوں معانی ایک کی طرف لوٹتے ہیں۔ رات کے اول حصہ میں تاریکی کا شروع ہونا اور اس کے آخری حصہ میں اس کا پلٹنا۔ علقمہ بن قرط نے کہا:

حتی إذا الصبحُ لها تنفسا وانجابَ عنها لیلُها وعَسْعَسَا(1)

یہاں تک کہ صبح نے اس کے لیے سانس لی اور اس کی رات اس سے چھٹی اور پلٹی۔

ماوردی نے کہا: عس کا اصل معنی بھر جانا ہے اسی وجہ سے بڑے پیالے کو عُس کہتے ہیں کیونکہ وہ اپنے اندر موجود چیز سے بھرا ہوتا ہے اس لفظ کا اطلاق رات کے آنے پر ہوتا ہے کیونکہ اس کے بھرنے کی ابتدا ہوتی ہے اس کا اطلاق اس کے پلٹنے پر بھی ہوتا ہے کیونکہ اس کے بھرنے کی انتہا ہوتی ہے کیونکہ اس کے ساتھ ہی اس کا بھرنا مکمل ہوتا ہے۔

جہاں تک امراء القیس کا یہ قول ہے: أَلِمَّا علی الربعِ القدیم بِعَسْعَسا۔ اس میں عسعس جگہ کا نام ہے۔

عَسْعَسَ ایک آدمی کا نام بھی ہے؛ رجز نے کہا:

عَسْعَسَ نِعْمَ الفتی تبیاہ عسعس کتنا اچھا نوجوان ہے جس پر تو اعتماد کرتا ہے۔

بھیڑیے کو عسعس، عسعاس اور عساس کہتے ہیں کیونکہ وہ رات کو تلاش کرتا ہے۔

قنافذ (گندگی والا کیڑا) کو عسعاس کہتے ہیں کیونکہ یہ رات کے وقت آتا جاتا ہے۔

ابو عمرو نے کہا: تعسعس کا معنی سونگھنا ہے اور یہ مصرعہ پڑھا:

کمنخر الذئبِ إذا تَعَسْعَسَا

بھیڑیے کے نتھنے کی طرح جب وہ سونگھے۔

تعسعس کا معنی رات کے وقت شکار تلاش کرنا بھی ہوتا ہے۔

وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾ صبح کی قسم جب وہ پھیل جائے یہاں تک کہ روشن دن بن جائے۔ دن جب خوب چڑھ جائے تو کہتے ہیں: تَنَفَّسَ اسی طرح موج جب پانی باہر پھینکے۔ تَنَفَّسَ کا معنی ہوا کا پیٹ سے نکلنا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: إِذَا تَنَفَّسَ کا معنی ہے جب وہ پھٹے۔ اسی سے تنفس القدس کا لفظ استعمال ہوتا ہے جب وہ ٹوٹ جائے۔

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ﴿۱۹﴾ یہ جواب قسم ہے اور رسول کریم سے مراد جبریل امین ہیں؛ یہی حضرت حسن، ضحاک اور قتادہ نے کہا(2): معنی یہ ہوگا یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بھیجے گئے کا قول ہے جو رسول، اللہ تعالیٰ کے ہاں معزز ہے۔ یہاں کلام کو جبریل کی طرف مضاف کیا پھر اپنے اس ارشاد کے ساتھ اس کی نفی کر دی: تَنْزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعٰلَمِينَ ﴿﴾ (الواقعہ) تاکہ اہل تحقیق کو معلوم ہو جائے کہ حقیقت میں کلام اللہ کا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ رسول سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے(3)۔

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 217 2۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 218 3۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 444

ذِیْ قُوَّةٍ جس نے رسول سے مراد جبریل امین لی ہے آپ کی قوت تو ظاہر ہے۔ ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ ان کی قوت کا عالم یہ ہے کہ انہوں نے قوم لوط کی بستیوں کو پروں کے قوادم سے اکھاڑ دیا تھا۔

عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِیْنٍ ۙ۲۰ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ ؕ۲۱ یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے مرتبہ والے ہیں۔ حضرت ابو صالح سے مروی ہے کہ وہ ستر خیموں (دروازوں) میں بغیر اجازت داخل ہوتے ہیں ان کی آسمانوں میں اطاعت کی جاتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کا معنی ہے فرشتے حضرت جبریل امین کی اطاعت کرتے ہیں جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو معراج پر لے گئے تو حضرت جبریل امین نے رضوان فرشتہ جو جنت کے خازن تھے سے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے دروازہ کھول دو، اس نے دروازہ کھول دیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم داخل ہوئے اور جنت میں جو نعمتیں تھیں انہیں دیکھا آپ نے جہنم کے داروغے سے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے جہنم کا دروازہ کھول دو یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسے دیکھ لیں۔ اس نے اس کی اطاعت کی اور دروازہ کھول دیا(1)۔

حضرت جبریل اس وحی کے بارے میں امین ہیں جس وحی کو لے کر وہ آتے ہیں۔ جس نے ان الفاظ کا مصداق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات کو بنایا ہے تو اس وقت ذِیْ قُوَّةٍ کا معنی ہے رسالت کی تبلیغ میں قوی ہیں۔ جو آدمی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بھی اطاعت کرتا ہے۔

وَ مَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۚ۲۲ یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجنون نہیں یہاں تک کہ ان کے قول میں تہمت لگائی جائی۔ یہ جواب قسم ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارادہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جبریل امین کو اس صورت میں دیکھیں جس صورت میں وہ اپنے رب کے پاس ہوتے ہیں۔ حضرت جبریل امین نے عرض کی: اس میں میرا اختیار نہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں اجازت دی۔ جبریل امین آپ کے پاس آئے جبکہ آفاق کو بھرا ہوا تھا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر غشی طاری ہوگئی۔ مشرکوں نے کہا: وہ تو مجنون ہے تو یہ آیات نازل ہوئیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت جبرئیل امین کو ان کی صورت پر دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس سے ڈر گئے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں اس طرح وارد ہوئے جس کا ان کے ارادہ میں احتمال تک نہ تھا تو آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

وَ لَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ ۚ۲۳ وَ مَا هُوَ عَلَى الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ ۚ۲۴ وَ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ ۙ۲۵ فَاَیْنَ تَذْهَبُوْنَ ؕ۲۶ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ۙ۲۷ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ یَّسْتَقِیْمَ ؕ۲۸ وَ مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۠۲۹

''اور بلاشبہ اس نے اس قاصد کو دیکھا روشن کنارے پر۔ اور یہ نبی غیب بتانے میں ذرا بخیل نہیں۔ اور یہ (قرآن) کسی شیطان مردود کا قول نہیں، پھر تم (منہ اٹھائے) کدھر چلے جارہے ہو۔ نہیں ہے یہ مگر نصیحت سب اہل جہان کے لیے (لیکن ہدایت وہی پاتا ہے) جو تم میں سے سیدھی راہ چلنا چاہے۔ اور تم نہیں چاہ سکتے بجز اس

1۔ زاد المسیر، جلد 9، صفحہ 43

کے کہ اللہ چاہے جو رب العالمین ہے''۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ ﴿۲۳﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا جن کے چھ سو پر ہیں یعنی مشرق کی جانب سورج کے ہونے کی جگہ۔ کیونکہ یہ افق جب سورج اس سے طلوع ہوتا ہے تو وہ افق روشن ہو جاتا ہے۔ یعنی اس جہت میں اشیاء کو دیکھا جا سکتا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: افق مبین سے مراد آسمان کی اطراف ہیں (1)۔

شاعر نے کہا:

أخذنا بآفاقِ السماءِ عليكمُ لنا قمراها والنجومُ الطوالِعُ

ہم نے تمہارے خلاف آسمان کی اطراف کو اپنی گرفت میں لے لیا ہمارے لیے اس کے دو چاند ہیں اور روشن ستارے۔

ماوردی نے کہا: اس تاویل کی بنا پر اس میں تین قول ہیں (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین کو آسمان کے مشرقی افق میں دیکھا؛ یہ سفیان کا قول ہے (۲) آسمان کے مغربی افق میں دیکھا؛ یہ ابن شجرہ نے بیان کیا ہے (۳) اجیاد کی جانب دیکھا، یہ مکہ مکرمہ کا مشرق ہے؛ یہ مجاہد کا قول ہے (2)۔ ثعلبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین سے فرمایا: ''میں پسند کرتا ہوں کہ میں تجھے ایسی صورت میں دیکھوں جس میں تو آسمان میں ہوتا ہے''۔ حضرت جبریل امین نے کہا: آپ اس پر قدرت نہ رکھیں گے؟ فرمایا: ''کیوں نہیں''۔ عرض کی: آپ کہاں چاہتے ہیں کہ میں آپ کے لیے وہ صورت بناؤں؟ فرمایا: ''ابطح میں''۔ عرض کی: وہ تو مجھے احاطہ نہیں کر سکتی۔ فرمایا: ''منیٰ میں''۔ عرض کی: وہ میرے لیے کافی نہیں۔ فرمایا: ''عرفات میں''۔ عرض کی: وہ اس قابل ہے کہ مجھے احاطہ میں لے لے۔ حضرت جبریل امین نے ان سے وعدہ کر لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وقت مقررہ پر تشریف لے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ عرفات کے پہاڑوں سے جھنکار کے ساتھ آئے جبکہ انہوں نے مشرق و مغرب کو بھرا ہوا تھا ان کا سر آسمان میں تھا اور دونوں قدم زمین میں تھے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئے۔ حضرت جبریل امین نے سابقہ صورت اپنائی اور آپ کو سینے سے لگایا اور کہا: اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم خوف نہ کھائیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہوتا اگر آپ حضرت اسرافیل کو دیکھتے جبکہ ان کا سر تخت کے نیچے اور ان کے قدم ساتویں زمین تک پہنچے ہوئے ہوتے عرش ان کے کندھے پر ہوتا۔ بعض اوقات وہ اللہ کے خوف سے کمزور ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ ایک چڑیا کی صورت میں ہوتے ہیں یہاں تک کہ تیرے رب کے عرش کو اس کی عظمت ہی اٹھائے ہوئے ہوتی ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے افق مبین پر اپنے رب کو دیکھا؛ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول بھی یہی ہے (3)۔ سورۃ النجم میں یہ بحث مکمل گزر چکی ہے۔ اسے وہاں سے غور سے پڑھ لے۔

الْمُبِیْنِ میں دو قول ہیں ان میں سے ایک افق کی صفت ہے؛ یہ ربیع کا قول ہے۔

دوسرا یہ ہے: یہ اس کی صفت ہے جس کو انہوں نے دیکھا؛ یہ مجاہد کا قول ہے۔

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ ﴿۲۴﴾ ابن کثیر، ابو عمرو اور کسائی کی قراءت میں ظنین ہے یعنی ان پر کوئی تہمت نہیں۔ ظنہ کا

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 218 2۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 530 3۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 218

معنی تہمت ہے؛ شاعر نے کہا:

أما و کتاب اللهِ لا عن شناءة هُجِرتُ ولٰكِنّ الظّنِينَ ظَنِينُ

خبردار کتاب اللہ کی قسم! مجھے کسی دشمن کی وجہ سے نہیں چھوڑا گیا مگر متہم متہم ہوتا ہے۔

ابو عبید نے اسے اختیار کیا ہے کیونکہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخیل قرار نہیں دیا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا کیونکہ عربوں کا کلام یوں ہوتا ہے: ما ھو بکذا۔ وہ ماھو علی کذا نہیں کہتے۔ وہ کہتے ہیں: ما أنت علی ھذا بمتھم۔ باقی قراء نے اسے بضنین پڑھا ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بخیل نہیں ہیں۔ یوں باب چلایا جاتا ہے ضننت بالشئ أضن ضنا فھو ضنین۔ ابن ابی نجیح نے مجاہد سے یہ قول نقل کیا ہے: جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم دیا گیا ہے اس میں تم پر بخل نہیں کرتے بلکہ وہ مخلوقات کو اللہ کا کلام اور اس کے احکام سکھاتے ہیں۔ شاعر نے کہا:

أجود بمكنونِ الحديثِ وانّني بِسِرّكَ عمن سألنِي لضَنِينُ

میں سربستہ رازوں کے بارے میں سخاوت کرنے والا ہوں اور میں تیرے راز کے بارے میں بخل کرنے والا ہوں اس سے جو کوئی اس کے بارے میں مجھ سے سوال کرے۔

الْغَيْبِ سے مراد قرآن حکیم اور آسمان کی خبریں ہے پھر یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ جبریل علیہ السلام کی صفت ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: بظنین کا معنی کمزور ہے؛ فراء اور مبرد نے یہ بیان کیا ہے یہ کہا جاتا ہے: رجل ظنین یعنی کمزور آدمی۔ بئر ظنون جب اس میں پانی کم ہو۔

ظنون سے مراد ایسا قرض ہے جس کے بارے میں پتہ نہ ہو کیا لینے والا ادا کرے گا یا نہیں؟ اسی معنی میں حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی ایسے آدمی کے بارے میں گفتگو ہے جس کے دین ظنون تھے: اگر سچا ہے تو جب اپنے قرض پر قبضہ کرے گا تو گزشتہ عرصہ کی زکوٰۃ ادا کرے گا۔ ظنون سے مراد ایسا آدمی ہے جس کے اخلاق برے ہوں۔ یہ مشترک لفظ ہے۔

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۲۵﴾ یعنی قرآن ایسے آدمی کا قول نہیں جو ملعون ہو جس طرح قریش کا کہنا ہے۔ عطا نے کہا: اس سے مراد شیطان ابیض ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبریل کی صورت میں آتا تھا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آزمائش میں ڈال دے۔

فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴿۲۶﴾ قتادہ نے کہا: اس سے مراد ہے (1) تم اس قول سے اور اس کی اطاعت سے کہاں بھٹکے جا رہے ہو؟ معمر نے قتادہ سے یہی روایت کی ہے یعنی تم میری کتاب اور اطاعت سے کہاں بھاگے جا رہے ہو۔ زجاج نے کہا: جو راستہ میں نے تمہارے لیے واضح کیا ہے اس کو چھوڑ کر تم کون سے زیادہ واضح راستہ پر چلو گے (2)؟ ایک قول یہ کیا جاتا ہے: این تذھب کا معنی ہے الی این تذھب فراء نے عربوں سے روایت نقل کی ہے: ذھبت شام، خرجت العراق، انطلقت السوق سب میں الی ھلمراد ہے کہا: ہم نے ان تین افعال میں سنا ہے۔ بنی عقیل میں سے ایک نے کہا:

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 219 2۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 530

وأیّ الأرضِ تذهبُ بالصباحِ یعنی إلی أیّ الأرض تذھبُ بالصباحِ

یہاں الی محذوف ہے۔ جنید نے کہا: وہ اس آیت کو دوسری آیت سے ثابت کرتے ہیں۔

وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآىِٕنُهٗ (الحجر:21) اور نہیں کوئی چیز مگر ہمارے پاس اس کے خزانے ہیں (بھرے پڑے) کون سے راستے پر تم چلتے ہو جو اس راستہ سے زیادہ واضح ہو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے واضح کیا ہے؛ یہ زجاج کے قول کا معنی ہے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ۙ۝ یعنی قرآن عالمین کے لیے نصیحت اور تنبیہ ہے اِنْ، ما کے معنی ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: محمد صلی اللہ علیہ وسلم سراپا نصیحت ہیں۔

لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ یَّسْتَقِیْمَ ۝ تم میں سے جو چاہے حق کی اتباع کرے اور قائم رہے۔ حضرت ابو ہریرہ اور سلیمان بن موسیٰ نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی تو ابو جہل نے کہا معاملہ ہمارے سپرد ہے چاہیں تو استقامت کا مظاہرہ کریں چاہیں تو استقامت کا مظاہرہ نہ کریں۔ یہی قدر ہے اور ابو جہل قدریہ کا رئیس ہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

وَ مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اس امر کو واضح کیا بندہ کوئی بھلائی کا کام نہیں کرتا مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہی ممکن ہوتا ہے اور کوئی برائی نہیں کرتا مگر اللہ تعالیٰ ہی اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ حضرت حسن بصری نے کہا: اللہ کی قسم! عربوں نے اسلام نہ چاہا یہاں تک اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اسے چاہا(1)۔ وہب بن منبہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے انبیاء پر جو کتابیں نازل کی ہیں ان میں شامی کتب میں میں نے پڑھا: جس نے مشیئت کو اپنی طرف منسوب کیا اس نے کفر کیا۔ قرآن حکیم میں ہے: وَ لَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَاۤ اِلَیْهِمُ الْمَلٰٓىِٕكَةَ وَ كَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَ حَشَرْنَا عَلَیْهِمْ كُلَّ شَیْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ (الانعام:111) اور اگر ہم اتارتے ان کی طرف فرشتے اور باتیں کرتے لگتے ان سے مردے (قبروں سے اٹھ کر) اور ہم جمع کر دیتے ہر چیز کو ان کے روبرو تب بھی وہ ایمان نہ لاتے مگر یہ کہ چاہتا اللہ تعالیٰ۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: مَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ (یونس:100) کسی نفس کو اختیار نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ (القصص:56) جسے ہدایت دینا آپ پسند کرتے ہیں آپ اسے ہدایت نہیں دے سکتے لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کے حق میں چاہتا ہے۔ اس معنی میں یہ آیات کثیر ہیں اس طرح احادیث بھی بہت زیادہ ہیں اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعے ہدایت دی اور کفر کے وسیلہ سے گمراہ کیا جس طرح پہلے کئی مواقع پر گزر چکا ہے۔

1۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 262